مقالات

عباداتِ اسلامی پر ایک تحقیقی نظر

(۲)

ا- نماز

سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا الٰہ غیرک "پاک ہے تو اے خدا۔ تعریف وستائش ہے تیرے لیے۔ برکت والا ہے تیرا نام۔ سب سے بلند وبالا ہے تیری بزرگی۔ اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا"

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم "خدا کی پناہ مانگتا ہوں میں شیطان مردود کی دراندازی وشرارت سے"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ "تعریف خدا کے لیے ہے جو سارے جہان والوں کا رب ہے"۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "نہایت رحمت والا اور بڑا مہربان ہے"۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ "روزِ جزا کا حاکم ہے"۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ "مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں"۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ "ہم کو سیدھا راستہ دکھا"۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ "راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے فضل وانعام فرمایا ہے"۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ "ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر تیرا غضب ہوا ہے۔ اور نہ اُن کا جو راہِ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں"۔ آمین "خدایا ایسا ہی ہو۔ مالک! ہماری اس دعا کو قبول کر"۔

اس کے بعد تم قرآن کی کچھ آیتیں پڑھتے ہو جن میں سے ہر ایک میں اسلام کے اساسی اصول، اُسکی اخلاقی تعلیمات، اسکی عملی ہدایات بیان کی گئی ہیں، اور اُس راہ راست کے نشانات دکھائے گئے ہیں جسکی طرف رہنمائی کی درخواست ابھی اس سے پہلے تم نے کی ہے۔ مثلاً:-

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ "زمانہ کی قسم (یعنی زمانہ اس بات پر گواہ ہے) کہ آدمی نقصان میں ہے"۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ "سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے"۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ "اور جو ایک دوسرے کو حق پر چلنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے رہے"۔ ان مختصر جملوں میں انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ تو بربادی و نامرادی سے بچ نہیں سکتا جب تک کہ خدا پرستی و نیک عملی اختیار نہ کرے اور صرف انفرادی نیکی ہی کافی نہیں ہے، بلکہ تیری فلاح کے لیے ناگزیر ہے کہ تیری سوسائٹی ایسی ہو جس میں حق پرستی کی روح کارفرما ہو۔ تیری اپنی تاریخ اس حقیقت پر گواہی دے رہی ہے۔

یا مثلاً اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ "تو نے دیکھا اُس شخص کو جو روز جزا کو نہیں مانتا وہ کیسا آدمی ہوتا ہے؟" فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ "ایسا ہی آدمی یتیم کو دھتکارتا ہے"۔ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ "اور مسکین کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار، دوسروں سے بھی یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ غریب کو کھلادو"۔ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ "پھر افسوس ہے اُن نمازیوں پر جو (آخرت کو نہ ماننے ہی کی وجہ سے) نماز سے غفلت کرتے ہیں، اور پڑھتے بھی ہیں تو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے۔ اور ان کے دل ایسے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ذرا ذرا سی چیزیں حاجت مندوں کو دیتے ہوئے بھی ان کا دل دُکھتا ہے"۔ ان چھوٹے چھوٹے پُر اثر فقروں میں یہ بات ذہن نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آخرت کا اعتقاد آدمی کی اخلاقی زندگی میں کیا اثر رکھتا ہے، اور اس عقیدہ پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کا اجتماعی برتاؤ اور انفرادی رویہ کس طرح خلوص

اور ہمدردی سے خالی ہو جاتا ہے۔

یا مثلاً وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ "افسوس ہے ہر اُس شخص کے حال پر جو دوسروں کی عیب چینی کرتا اور آوازے کستا پھرتا ہے"۔ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ "روپیہ جمع کرتا اور گن گن کر رکھتا ہے"۔ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ "سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کا ساتھ دیگا"۔ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ "ہرگز نہیں! ایک دن آنے والا ہے جب وہ یقیناً حطمہ میں ڈالا جائیگا"۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ "اور تجھے کیا خبر حطمہ کیا چیز ہے"۔ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ "اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ، جس کی لپٹیں دلوں پر چھا جائینگی"۔ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ "وہ اونچے اونچے ستون جیسے شعلوں کی صورت میں ان کو گھیر لے گی"۔

یہ محض دو تین نمونے ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہر نماز میں قرآن کا کوئی نہ کوئی حصہ پڑھنا کس لیے لازم کیا گیا ہے۔ اس سے غرض یہی ہے کہ روزانہ کئی کئی وقت خدا کے احکام، اسکی ہدایات اور اسکی تعلیمات بار بار آدمی کو یاد دلائی جاتی رہیں۔ یہ دنیا، یہ دار العمل جس میں کام کرنے کے لیے انسان بھیجا گیا ہے، اسی طرح درست رہ سکتی ہے کہ اس کے اندر کام کرنے کے دوران میں آدمی کو تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد الگ بلایا جاتا رہے تاکہ یہاں جس قانون اور جس ہدایت نامے Instrument of instructions) کے مطابق اسے کام کرنا ہے، اسکی دفعات اسکی یاد میں تازہ ہوتی رہیں۔

ان ہدایتوں کو پڑھنے کے بعد تم اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے ہو، گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے بادشاہ کے آگے جھکتے ہو اور بار بار کہتے ہو سبحان ربی العظیم "پاک ہے میرا رب جو بڑا بزرگ ہے"۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہو اور کہتے ہو سمع اللہ لمن حمدہ "اللہ نے سن لی اُس شخص کی بات جس نے اسکی تعریف بیان کی"۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہو اور بار بار کہتے ہو سبحان ربی الاعلی "پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے بالا و برتر ہے"۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھاتے ہو، ادب سے بیٹھ جاتے ہو اور یہ

الفاظ زبان سے ادا کرتے ہو:

التحیات للہ والصلوات والطیبات "ہماری سلامیاں، ہماری نمازیں اور ہمارے تمام اچھے کام اللہ کے لیے ہیں" السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "سلام ہو آپ پر اے نبی، اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں آپ پر نازل ہوں" ۔ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصّٰلحین "سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر" اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں" ـــــ یہ شہادت دیتے وقت سیدھے ہاتھ کی پہلی انگلی اٹھائی جاتی ہے، کیونکہ یہ نماز میں مسلمان کے عقیدے کا اعلان (declaration) ہے اور اس کو زبان سے ادا کرتے وقت خاص طور پر توجہ اور زور دینے کی ضرورت ہے ـــــ اللھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید "خدایا رحمت فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر" اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم واعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ المحیا وفتنۃ الممات واعوذ بک من المأثم والمغرم ۔ "خدایا تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں دجّال کے فتنہ سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں برے اعمال سے اور دوسروں کے حقوق کی ذمہ داری سے"

یہ ہیں وہ عبارتیں جو رات دن کی پانچوں نمازوں میں بتکرار کئی کئی مرتبہ دُھرائی جاتی ہیں ۔ مگر رات کو سونے سے پہلے سب سے آخری نماز کی سب سے آخری رکعت میں ایک اور دعا پڑھی جاتی ہے جس کا نام دعائے قنوت ہے ۔ یہ ایک عظیم الشان اقرار نامہ ہے جو سکون کے لمحوں میں بندہ اپنے خدا کے سامنے پیش کرتا ہے :

اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوکل علیك ونثنی علیك الخیر "خدایا ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ تجھ پر ایمان لاتے ہیں۔ تیرے ہی اوپر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور تیری بہترین تعریف کرتے ہیں"۔ ونشکرك ولا نکفرك ونخلع ونترك من یفجرك۔ "ہم تیرا شکر ادا کرینگے، ناشکری نہیں کرینگے۔ جو تیری نافرمانی کریگا ہم اسے چھوڑ دینگے اور اس سے تعلق توڑ دینگے"۔ اللھم ایاك نعبد ولك نصلی ونسجد والیك نسعیٰ ونحفد "خدایا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ ہماری ساری کوششوں اور ساری دوڑ دھوپ کا مقصود تُو ہے"۔ ونرجو رحمتك ونخشیٰ عذابك ان عذابك بالکفار ملحق "ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ یقیناً تیرا عذاب کفرانِ نعمت کرنے والوں کو آلیگا"۔

یہ عبارتیں کسی شرح و بیان کی محتاج نہیں ہیں۔ ہر شخص ان کے اندر خود دیکھ سکتا ہے کہ اسلام اپنی سول سروس اور اپنی فوج کو کن جذبات، کن ارادوں اور کن نیتوں کے ساتھ تربیت کرتا ہے، کیا چیزیں ان کے دل میں بٹھاتا ہے اور کس قسم کی خصلتیں انکے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ محض پریڈ سے تیار کی ہوئی فوج اسلام کے کسی کام کی نہیں۔ محض انتظامی قابلیت رکھنے والی سول سروس کی بھی اسے حاجت نہیں۔ اسے تو ان سپاہیوں اور ان کارکنوں کی حاجت ہے جنکے اندر باضابطگی کے ساتھ تقویٰ بھی ہو، جو سر کاٹنے اور کٹوانے کی طاقت کے ساتھ دل بدلنے اور اخلاق کو ڈھالنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں، جو صرف زمین کا انتظام کرنے والے ہی نہ ہوں بلکہ اہل زمین کی اصلاح کرنے والے بھی ہوں۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھیے تو آپ کا دل گواہی دیگا کا اسلامی مقاصد کے لیے نماز کے سوا یا نماز سے بہتر کوئی دوسرا نظام تربیت ممکن نہیں ہے۔ جو شخص اس نظام کے تحت ٹھیک ٹھیک تربیت پالے، اسی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ امانتوں اور ذمہ داریوں اور حقوق اللہ و حقوق العباد کا جو بار دنیوی زندگی میں اُس پر ڈالا جائیگا اس کو وہ خدا ترسی کے ساتھ سنبھالے گا اور قعر دریا میں رہ کر بھی دامن تر نہ ہونے دیگا۔

اسی بنا پر قرآن میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ "یقیناً نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے"۔ اسی بنا پر قدیم ترین زمانے سے نماز اسلامی تحریک کا لازمی جز رہی ہے۔ جس قدر انبیاء خدا کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں ان سب کی شریعت میں نماز اولین رکن اسلام تھی کیونکہ اسلام کی تحریک اس نظام تربیت کے بغیر دنیا میں چل ہی نہیں سکتی۔ اسی بنا پر قرآن کہتا ہے کہ اسلامی تحریک میں جب کبھی زوال آیا، نماز کا نظام تربیت ٹوٹ جانے کی وجہ ہی سے آیا۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا "پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات نفس کے پیچھے پڑ گئے، سو عنقریب وہ کج راہی میں مبتلا ہونگے"۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ اسلام کے طریقہ پر چلنے کیلیے اسلامی سیرت ضروری ہے، اور اسلامی سیرت نماز کے نظام تربیت ہی سے بنتی ہے۔ جب یہ نظام ٹوٹے گا تو سیرتیں بگڑ جائینگی، اور اس کا لازمی نتیجہ زوال و انحطاط (degeneration) ہے۔

ضبط نفس | تعمیر سیرت کے ساتھ ساتھ نماز انسان میں ضبطِ نفس (self-control) کی طاقت بھی پیدا کرتی ہے جس کے بغیر تعمیر سیرت کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ تعمیر سیرت کا کام بجائے خود صرف اتنا ہے کہ یہ انسانی خودی (Human ego) کو تربیت دیکر مہذب بنا دیتی ہے۔ لیکن اگر اس تربیت یافتہ خودی کو اُن جسمانی اور نفسانی قوتوں پر، جو اسکے لیے آلہ کی حیثیت رکھتی ہیں، عملاً پورا قابو (Control) حاصل نہ ہو تو اُسکی تربیت و تہذیب کا مقصود، یعنی صحیح برتاؤ اور ٹھیک چلن، حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک مثال کے پیرایہ میں اسکو یوں سمجھیے کہ انسان ایک موٹر اور ایک ڈرائیور کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ مجموعہ ٹھیک کام اسی حالت میں کر سکتا ہے جب کہ موٹر کے تمام آلات اور اسکی تمام طاقتیں ڈرائیور کے قابو میں ہوں، اور ڈرائیور مہذب، تربیت یافتہ اور واقف راہ ہو۔ اگر آپ نے ڈرائیور کو تربیت دیکر تیار کر دیا، مگر اسٹیرنگ، بریک اور اکسیلریٹر پوری طرح اسکے قابو میں نہ آئے، یا آئے تو سہی مگر ڈھیلے رہے تو اس صورت میں ڈرائیور

موٹر کو نہ چلائیگا بلکہ موٹر ڈرائیور کو چلائیگی، اور چونکہ موٹر صرف چلنا جانتی ہے، بینائی، تمیز اور راستہ کی واقفیت نہیں رکھتی، اسلیے جب وہ ڈرائیور کو لیکر چلیگی تو اوندھے بیدھے راستوں پر جدھر چاہے گی اسے کھینچے کھینچے پھریگی۔ اس مثال کے مطابق انسان کی جسمانی طاقتیں اور اسکی نفسانی خواہشات اور ذھنی قوتیں موٹر کے حکم میں ہیں، اور اُسکی خودی ڈرائیور کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ موٹر ویسی ہی جاہل ہے جیسی لوہے والی موٹر ہوتی ہے، مگر وہ بے جان ہے اور یہ جاندار۔ یہ خواہشات، جذبات اور رواعیات رکھتی ہے اور ہر وقت کوشش کرتی رہتی ہے کہ ڈرائیور اس کو نہ چلائے بلکہ یہ ڈرائیور کو چلائے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا مقصود ڈرائیور کو اس طرح تیار کرنا ہے کہ وہ اس موٹر کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دے بلکہ خود اس پر سوار ہو اور اسے اپنے اختیار سے چلا کر اُس سیدھی شاہراہ پر سفر کرے جو اُسکی منزل مقصود کی طرف جاتی ہے۔ اس غرض کے لیے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ ڈرائیور کو راستہ کا علم، موٹر کا طریق استعمال اور مقصد استعمال، اور فی الجملہ ڈرائیوری کے آداب سکھا کر ایک مہذب اور تربیت یافتہ ڈرائیور بنا دیا جائے، بلکہ اسکی بھی ضرورت ہے کہ اسٹیرنگ، بریک اور اکسیلریٹر ہر وقت مضبوطی کے ساتھ کسے ہوئے رکھے جائیں اور ڈرائیور کی گرفت ان پر ڈھیلی نہ ہونے پائے، کیونکہ یہ منہ زور موٹر ہر وقت بے راہ روی کے لیے زور لگا رہی ہے۔

نماز میں دعاؤں اور تسبیحوں کے ساتھ اوقات کی پابندی، طہارت وغیرہ کی شرائط اور جسمانی حرکات کا جوڑ اسی لیے لگایا گیا ہے کہ ڈرائیور اپنی موٹر پر پوری طرح قابو یافتہ رہے اور اسے اپنے ارادہ کے تحت چلانے میں مشاق ہو جائے۔ اس طریقہ سے موٹر کی منہ زوری روزانہ پانچ وقت توڑی جاتی ہے، بریک کسے جاتے ہیں، اکسیلریٹر اور اسٹیرنگ مضبوط کیے جاتے ہیں، اور ڈرائیور کی گرفت مستحکم کی جاتی ہے۔ صبح کا وقت ہے، نیند مزے کی آرہی ہے۔ آرام طلب نفس کہتا ہے پڑے بھی رہو۔ اب کہاں اٹھ کر جاؤ گے۔ نماز کہتی ہے کہ وقت آچکا ہے، سیدھی طرح اٹھو، غسل کی حاجت ہے تو نہاؤ، ورنہ وضو کرو۔ جاڑے کا موسم ہے تو ہوا کرے، پانی گرم نہیں ہے، نہ سہی، ٹھنڈے پانی سے ہی طہارت حاصل کر واور

چلو مسجد کی طرف۔ ان دو متضاد مطالبوں میں سے اگر آپ نے نفس کے مطالبہ کو پورا کر دیا تو موٹر آپ پر سوار ہو گئی اور اگر نماز کے مطالبہ کو پورا کیا تو آپ موٹر پر سوار ہو گئے۔ اسی طرح ظہر، عصر، مغرب، عشا ہر وقت نفس کسی نہ کسی مشغولیت، فائدے، نقصان، لطف، لذت، مشکلات وغیرہ کے بہانے نکالتا ہے۔ موقع ڈھونڈتا رہتا ہے کہ ذرا آپ کے اندر کمزوری پیدا ہو اور یہ آپ پر سوار ہو جائے۔ مگر نماز ہر موقع پر آپ کے لیے تازیانہ بنکر آتی ہے، آپکی اونگھتی ہوئی قوت ارادی کو جگاتی ہے، اور آپ سے مطالبہ کرتی ہے کہ اپنی موٹر کو اپنے حکم کا تابع بناؤ، اُسکے غلام بنکر نہ رہ جاؤ۔ یہ معرکہ روز پیش آتا ہے۔ مختلف اوقات، مختلف حالتوں اور مختلف صورتوں میں پیش آتا ہے۔ کبھی سفر میں اور کبھی حضر میں۔ کبھی گرمی میں اور کبھی جاڑے میں۔ کبھی آرام کے وقت اور کبھی کاروبار کے وقت۔ کبھی تفریح کے موقع پر اور کبھی رنج و غم اور مصیبت کے موقع پر۔ ان بے شمار مختلف النوع حالتوں میں نفس کی طلب اور نماز کی پکار کی باہمی کشمکش ہوتی ہے، اور آپ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ نفس کی بات آپ نے مانی تو شکست کھا گئے۔ خادم آپکا آقا بن گیا۔ اندھی، جاہل موٹر کے قابو میں آپ نے اپنے آپ کو دے دیا۔ اب یہ ٹیڑھے بنگے راستوں پر آپ کو لیے پھریگی اور آپ بے بسی کے عالم میں اسکے ساتھ ساتھ پھرتے رہینگے۔ بخلاف اسکے اگر آپ نماز کا مطالبہ برابر پورا کرتے رہے تو آپ اس موٹر کا باغیانہ زور توڑ دینگے، اس پر حکمراں بن جائینگے اور آپ میں یہ طاقت پیدا ہو جائیگی کہ اپنے علم و اذعان اور اپنے ارادے کے مطابق اسکے کل پرزوں اور اسکی قوتوں سے کام لیں۔

اسی بنا پر قرآن میں نماز کے ضائع کرنے کا فوری اور لازمی نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی شہوات اور خواہشات کا تابع بن جاتا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ کر ٹیڑھے راستوں میں بھٹکتا چلا جاتا ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا	پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔ لہذا عنقریب وہ کج راہی میں مبتلا ہونگے۔

افراد کی تیاری کا پروگرام یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ نماز کے فوائد و منافع کا صرف ایک پہلو ہے یعنی یہ کہ نماز افراد کو کس طرح تیار کرتی ہے۔ اب دوسرے پہلو کی طرف توجہ کرنے سے پہلے فرد کی تیاری کے اس پروگرام پر مجموعی نظر ڈال لیجیے۔ اس پروگرام کے پانچ حصے ہیں:

(۱) آدمی کے ذہن میں اس حقیقت کے ادراک کو تازہ رکھنا کہ وہ دنیا میں ایک خود مختار وجود نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا بندہ ہے اور یہاں اسی حیثیت سے اس کو کام کرنا ہے۔

(۲) بندہ کی حیثیت سے اس کو فرض شناس بنانا اور اس میں ادائے فرض کی عادت پیدا کرنا۔

(۳) فرض شناس اور نافرض شناس میں تمیز کرنا اور نافرض شناس افراد کو چھانٹ کر الگ کر دینا۔

(۴) خیالات کا ایک پورا انتظام، ایک پوری آئیڈیالوجی آدمی کے ذہن میں اتار دینا اور اس کو ایسا مستحکم کرنا کہ ایک پختہ سیرت بن جائے۔

(۵) آدمی میں یہ قوت پیدا کرنا کہ اپنے عقیدے اور اپنے علم و بصیرت کے مطابق جس طرز عمل کو صحیح سمجھتا ہو اس پر عمل کر سکے، اور اپنے جسم و نفس کی تمام طاقتوں سے اُس راہ میں کام لے سکے۔ اس کے کیرکٹر میں اس قسم کا ڈھیلا پن نہ رہ جائے کہ صحیح تو سمجھتا ہو ایک طریقہ کو مگر اپنے نفس کی خواہش سے مجبور ہو کر چلے دوسرے طریقہ پر۔

اسلام جو سوسائیٹی بناتا ہے اس کے ایک ایک فرد کو وہ اس طرح نماز کے ذریعہ سے تیار کرتا ہے دس برس کی عمر کے بعد اس سوسائیٹی کے ہر لڑکے اور ہر لڑکی پر نماز فرض کر دی گئی ہے اور یہ فرض کسی حال میں اس سے ساقط نہیں ہوتا، الّا یہ کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو یا عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو۔ بیماری میں، سفر میں، جنگ کے معرکے تک میں یہ فرض اسے ادا کرنا پڑے گا۔ اٹھ نہ سکے تو بیٹھ کر پڑھے بیٹھنا ممکن نہ ہو لیٹ کر پڑھے۔ ہاتھ پاؤں حرکت نہ کر سکتے ہوں، اشارہ سے پڑھے۔ پانی نہ ملتا ہو مٹی سے تیمم کر کے پڑھے۔ قبلے کی سمت معلوم نہ ہو، جدھر گمان ہو اسی طرف منہ کر کے پڑھے۔ غرض کوئی عذر اس معاملے میں مسموع نہیں ہے۔ نماز کا وقت جب آجائے تو ہر حال میں مسلمان مامور ہے کہ اس فرض کو ادا کرے۔

بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے سوا دنیا میں کوئی دوسرا اجتماعی نظام ایسا نہیں ہے جس نے اپنے اجزائے ترکیبی، یعنی اپنے افراد کو فرداً فرداً تیار کرنے کا ایسا مکمل انتظام کیا ہو۔ دنیا کے اجتماعی نظامات میں عموماً جماعت (Community) کی ہیئت ترکیبی بنانے اور افراد کو بیرونی بندشوں سے جکڑنے ہی پر تمام تر زور دیا جاتا ہے، مگر جماعت کے ایک ایک جزء کو اندر سے تیار کرنے اور جماعتی اصولوں کے مطابق بنانے کی کوشش کم کی جاتی ہے۔ حالانکہ جماعت کی حیثیت ایک دیوار کی سی ہے جو اینٹوں سے بنتی ہے۔ ایک ایک اینٹ اگر مضبوط نہ ہو تو دیوار بحیثیت مجموعی کمزور ہوگی۔ اسی طرح افراد کی سیرت میں اگر کمزوری ہو، اگر انکے خیالات جماعتی اصولوں کے مطابق نہ ہوں، اور اگر عملاً وہ جماعتی راہ کے خلاف چلنے کے میلانات رکھتے ہوں، تو محض بیرونی بندشیں جماعت کے نظام کو زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رکھ سکتیں آخرکار بغاوت رونما ہوگی اور نظام ٹوٹ جائیگا۔

تنظیم جماعت | اب ہمیں نماز کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالنی چاہیے۔ یہ ظاہر ہے کہ انفرادی سیرت تنہا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ جماعت (Community) میں بھی وہی سیرت موجود نہ ہو۔ فرد اپنے نصب العین (Ideal) کو پا ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ لوگ، جن کے درمیان وہ زندگی بسر کر رہا ہے، اس نصب العین تک پہنچنے میں اس کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ فرد جن اصولوں پر ایمان رکھتا ہے، انکے مطابق تنہا عمل کرنا اس کے لیے ناممکن ہے، تاوقتیکہ پوری جماعتی زندگی انہی اصولوں پر قائم نہ ہو جائے۔ آدمی دنیا میں اکیلا پیدا نہیں ہوا ہے، نہ اکیلا رہ کر کوئی کام کر سکتا ہے۔ اسکی ساری زندگی اپنے بھائی بندوں، دوستوں اور ہمسایوں، معاملہ داروں اور زندگی کے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ ہزاروں قسم کے تعلقات میں جکڑی ہوئی ہے۔ دنیا میں وہ خدا کی طرف سے مامور اسی لیے کیا گیا ہے کہ اس اجتماعی زندگی اور ان اجتماعی تعلقات میں خدا کے قانون کو جاری کرے۔ اس قانون پر عمل کرنے اور اس کو نافذ کرنے کا نام ہی عبادت ہے۔ اگر آدمی ایسے لوگوں کے درمیان گھرا ہوا ہو جو اس قانون کو مانتے ہی نہ ہوں، یا سب کے سب اسکی نافرمانی پر

ٹے ہوئے ہوں، یا ان کے باہمی تعلقات اس طرح کے ہوں کہ اس کو جاری کرنے میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے تیار نہ ہوں، تو اکیلے آدمی کے لیے خود اپنی زندگی میں بھی اُس پر عمل کرنا غیر ممکن ہے، کجا کہ وہ جماعتی زندگی میں اسکو نافذ کر سکے۔

علاوہ بریں مسلمان کے لیے یہ دنیا سخت جدوجہد، مقابلہ اور کشمکش کا معرکۂ کارزار ہے۔ یہاں خدا سے بغاوت کرنے والوں کے بڑے بڑے جتھے بنے ہوئے ہیں جو انسانی زندگی میں خود اپنے بنائے ہوئے قوانین کو پوری قوت کے ساتھ جاری کر رہے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں مسلمان پر یہ ذمہ داری ــــ بھاری، کمر توڑ دینے والی ذمہ داری ــــ ڈالی گئی ہے کہ یہاں خدا کے قانون کو پھیلائے اور جاری کرے، انسان کا بنایا ہوا قانون جہاں جہاں چل رہا ہے اسے مٹائے اور اسکی جگہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے قانون کی حکومت قائم کرے۔ یہ عظیم خدمت جو اللہ نے مسلمان کے سپرد کی ہے، اس کو باغی جتھوں کے مقابلہ میں کوئی اکیلا مسلمان انجام نہیں دے سکتا۔ اگر کروڑوں مسلمان بھی دنیا میں موجود ہوں، مگر الگ الگ رہ کر انفرادی کوشش کریں، تب بھی وہ مخالفین کی منظم طاقت کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اسکے لیے ناگزیر ہے کہ وہ سارے بندے جو خدا کی عبادت کرنا چاہتے ہیں، ایک جتھا بنیں، ایک دوسرے کے مددگار ہوں، ایک دوسرے کی پشت پناہ بن جائیں اور مل کر اپنے مقصد کے لیے جدوجہد کریں۔

ان دونوں اغراض کے لیے مسلمانوں کا صرف مل جانا ہی کافی نہیں، بلکہ یہ ملنا صحیح طریق پر ہونا چاہیے۔ صرف اجتماعی نظام پیدا ہو جانا کافی نہیں، بلکہ ایک صالح اجتماعی نظام درکار ہے جس میں مسلمان اور مسلمان کا تعلق ٹھیک ویسا ہی ہو جیسا کہ اسلام چاہتا ہے۔ ان کے درمیان مساوات ہو، محبت اور ہمدردی ہو، ایک جہتی اور وحدت فی العمل (unity in action) ہو، سب کے اندر خدا کی بندگی کرنے کا مشترک ارادہ نہ صرف موجود ہو بلکہ پیہم متحرک رہے اور اجتماعی حرکت کرنے کی عادت انکی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ ان میں سے ہر ایک یہ جانتا ہو کہ جب وہ لیڈر بنے تو جماعت میں اس کا

رویہ کیا ہونا چاہیے، اور جب کوئی دوسرا ان کا لیڈر ہو تو وہ کس طرح اسکی اطاعت کریں، کس طرح اسکے حکم پر حرکت کریں، کہاں تک اسکی فرمانبرداری اُن پر واجب ہے، کہاں انہیں اسکو ٹوکنا چاہیے، اور کس حد پر پہنچ کر وہ انکی اطاعت کا مستحق نہیں رہتا۔

نماز با جماعت | نماز انفرادی سیرت کی تعمیر کے ساتھ یہ کام بھی کرتی ہے۔ وہ اس اجتماعی نظام کا پورا ڈھانچ بناتی ہے، اسکو قائم کرتی اور قائم رکھتی ہے، اور اسے روزانہ پانچ مرتبہ حرکت میں لاتی ہے تاکہ وہ ایک مشین کی طرح چلتا رہے۔ اسی لیے پنجوقتہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شرط لازم قرار دیا گیا ہے۔ شریعت کی رو سے ایک ایک شخص الگ الگ نماز پڑھ کر فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ تمام مسلمانوں کا مسجد میں حاضر ہونا اور باجماعت نماز پڑھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح کہ خود نماز پڑھنا فرض ہے، الاّ یہ کہ کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں قیام جماعت ممکن نہ ہو۔ جماعت کی اس تاکید کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کا نظام اجتماعی اپنی صحیح صورت پر قائم اور متحرک رہے۔ مسجد کا پنجوقتہ اجتماع مسلمانوں کے نظام جماعت کی بنیاد ہے۔ اس بنیاد کی مضبوطی پر اس پورے نظام کی مضبوطی منحصر ہے۔ اِدھر یہ کمزور ہوئی اور اُدھر سارا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

اذان | حکم ہے کہ اذان کی آواز سنتے ہی اٹھ جاؤ اور اپنے اپنے کام چھوڑ کر مسجد کی طرف رخ کرو۔ اس طلبی کی پکار کو سن کر ہر طرف سے مسلمانوں کا ایک مرکز کی طرف دوڑنا وہی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے جو فوج کی ہوتی ہے۔ فوجی سپاہی جہاں جہاں بھی ہوں، بگل کی آواز سنتے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارا کمانڈر ہمیں بلا رہا ہے اس طلبی پر سب کے دل میں ایک ہی کیفیت پیدا ہوتی ہے، یعنی کمانڈر کے حکم کی پیروی کا خیال، اور اس خیال کے آتے ہی سب ایک کام کرتے ہیں، یعنی اپنے اپنے کام چھوڑ کر اٹھنا اور ہر طرف سے سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جانا۔ فوج میں یہ طریقہ کس لیے رکھا گیا ہے؟ اسی لیے کہ اول تو ہر ہر سپاہی میں فرداً فرداً حکم ملتے اور اس پر مستعدی کے ساتھ عمل کرنے کی خصلت و عادت پیدا ہو، اور اس کے ساتھ ہی ایسے تمام فرمانبردار سپاہی مل کر ایک گروہ، ایک جتھا، ایک ٹیم بن جائیں، اور ان میں یہ عادت پیدا ہو جائے کہ کمانڈر کا حکم پاتے ہی ایک وقت میں ایک

جگہ سب مجتمع ہو جایا کریں تاکہ جب کوئی مہم پیش آئے تو ساری فوج ایک آواز پر ایک مقصد کے لیے اکٹھی ہو کر کام کر سکے۔ فوجی اصطلاح میں اسکو سرعت اجتماع (mobility) کہتے ہیں اور یہ فوجی زندگی کی جان ہے۔ اگر کسی فوج میں اس طرح جمع ہونے کی صلاحیت نہ ہو، اور اسکے سپاہی ایسے خود سر ہوں کہ جسکا جدھر منہ اٹھتا ہو ادھر چلا جاتا ہو، تو خواہ ایسی فوج کا ایک ایک سپاہی اپنی جگہ تیس مارخاں ہی کیوں نہ ہو، وہ کسی مہم کو سر نہیں کر سکتی۔ اس قسم کے ایک ہزار بہادر سپاہیوں کو دشمن کے پچاس سپاہیوں کا ایک منظم دستہ الگ الگ پکڑ کر ختم کر سکتا ہے۔ ٹھیک اسی مصلحت کی بنا پر مسلمانوں کے لیے بھی یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جو مسلمان جہاں اذان کی آواز سُنے، سب کام چھوڑ کر اپنے قریب کی مسجد کا رخ کرے۔ اس اجتماع کی مشق اُنکو روزانہ پانچ وقت کرائی جاتی ہے، کیونکہ اس خدائی فوج کی ڈیوٹی دنیا کی ساری فوجوں سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ اوپر کہہ چکا ہوں، دوسری فوجوں کے لیے تو مدتوں میں کبھی ایک مہم پیش آتی ہے اور اسکی خاطر انکو یہ ساری فوجی مشقیں کرائی جاتی ہیں، مگر اس خدائی فوج کو تو ہر وقت ایک مہم درپیش ہے، اسلیے اسکے ساتھ یہ بھی بہت بڑی رعایت ہے کہ اسے دن رات میں صرف پانچ مرتبہ ہی خدائی بگل کی آواز پر دوڑنے اور خدائی چھاؤنی، یعنی مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

مسجد میں اجتماع یہ تو محض اذان کا فائدہ تھا۔ اب آپ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور صرف اس جمع ہونے ہی میں بیشمار فائدے ہیں۔ یہاں جو آپ جمع ہوئے تو آپ نے ایک دوسرے کو دیکھا، پہچانا، ایک دوسرے سے واقف ہوئے یہ دیکھنا، پہچاننا، واقف ہونا کس حیثیت سے ہے؟ اس حیثیت سے کہ آپ سب ایک خدا کے بندے ہیں، ایک رسول کے پیرو ہیں، ایک کتاب کے ماننے والے ہیں، ایک ہی مقصد سب کی زندگی کا ہے، اُسی مقصد کے لیے آپ مسجد میں جمع ہوئے ہیں، اور اسی مقصد کے لیے مسجد سے باہر جا کر بھی آپ کو عمل کرنا ہے۔ اس قسم کا تعارف آپ میں خود بخود یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ آپ سب ایک قوم ہیں، ایک ہی فوج کے سپاہی ہیں، ایک دوسرے کے بھائی اور رفیق ہیں، دنیا میں آپ کی اغراض، آپ کے مقاصد، آپ کے نقصانات

اور آپ کے فوائد سب مشترک ہیں، آپ کی زندگیاں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں، اٹھینگے تو ایک ساتھ اور گرینگے تو ایک ساتھ۔

پھر آپ جو ایک دوسرے کو دیکھینگے تو ظاہر ہے کہ آنکھیں کھول کر دیکھینگے۔ اور یہ دیکھنا بھی دشمن کو دشمن کا دیکھنا نہیں بلکہ دوست کا دوست کو اور بھائی کا بھائی کو دیکھنا ہوگا۔ اس نظر سے جب آپ دیکھینگے کہ میرا کوئی بھائی پھٹے پرانے کپڑوں میں ہے، کوئی پریشان صورت ہے، کوئی فاقہ زدہ چہرہ لیے ہوئے آیا ہے، کوئی معذور، لنگڑا، لولا یا اندھا ہے، تو خواہ مخواہ آپکے دل میں ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوگا۔ آپ میں سے جو خوشحال ہیں وہ غریبوں اور بے کسوں پر رحم کھائینگے۔ جو بدحال ہیں انہیں امیروں تک پہنچنے اور اپنا حال کہنے کی ہمت ہوگی۔ کسی کے متعلق معلوم ہوگا کہ بیمار ہے یا کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے اسلیے مسجد میں نہیں آیا تو آپ اسکی عیادت کو جائینگے۔ کسی کے مرنے کی خبر ملی تو آپ اسکے جنازہ میں شریک ہونگے اور غم زدہ عزیزوں کو تسلی دینگے۔ یہ سب باتیں آپس کی محبت کو بڑھانے والی، آپ کو ایک دوسرے کے قریب کرنے والی اور ایک دوسرے کا مددگار بنانے والی ہیں۔

اور ذرا غور کیجیے۔ یہاں جو آپ جمع ہوئے ہیں تو ایک پاک جگہ پاک مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آپکو کسی فلم سٹار کا عشق یہاں کھینچ کر نہیں لایا ہے۔ آپ شراب خواری یا جوئے بازی کے لیے جمع نہیں ہوئے ہیں۔ یہ بدکاروں کا اجتماع نہیں ہے کہ سب کے دل میں ناپاک ارادے بھرے ہوئے ہوں۔ یہ تو اللہ کے بندوں کا اجتماع ہے، اللہ کی عبادت کے لیے ہے، اللہ کے گھر میں ہے۔ سب اپنے خدا کے سامنے بندگی کا اقرار کرنے حاضر ہوئے ہیں۔ ایسے موقع پر اول تو ایمان دار آدمی کے دل میں خود ہی اپنے گناہوں پر شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس نے کوئی گناہ اپنے دوسرے بھائی کے سامنے کیا تھا اور وہ بھی یہاں مسجد میں موجود ہے تو محض اسکی نگاہوں کا سامنا ہو جانا ہی اسکے لیے کافی ہے کہ گناہ گار اپنے دل میں کٹ کٹ جائے۔ اور اگر کہیں مسلمانوں میں ایک دوسرے کو نصیحت کرنے کا جذبہ بھی موجود ہو، اور وہ جانتے ہوں کہ ہمدردی و محبت

کے ساتھ ایک دوسرے کی اصلاح کس طرح کرنی چاہیے تو یقین جانیے کہ یہ اجتماع انتہائی رحمت و برکت کا موجب ہوگا۔ اس طرح سب مسلمان مل کر ایک دوسرے کی خرابیوں کو دور کرینگے، ایک دوسرے کے نقائص کی اصلاح کرینگے اور پوری جماعت صالحین کی جماعت بنتی چلی جائیگی۔

صف بندی | یہ صرف مسجد میں جمع ہونیکی برکتیں ہیں۔ اب دیکھیے کہ جماعت کیساتھ نماز پڑھنے میں کتنی برکات پوشیدہ ہیں۔

سب مسلمان مسجد میں مساوی الحیثیت ہیں۔ ایک چمار اگر پہلے آیا ہو تو وہ اگلی صف میں ہوگا اور ایک رئیس اگر بعد میں آئے تو وہ پچھلی صفوں میں رہیگا۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی مسجد میں اپنی سیٹ ریزرو نہیں کرا سکتا۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ دوسرے مسلمان کو مسجد میں کسی جگہ کھڑے ہونے سے روک دے یا جہاں وہ پہلے سے موجود ہو وہاں سے اسکو ہٹا دے۔ کوئی اسکا مجاز نہیں کہ آدمیوں پر سے پھاند کر یا صفوں کو چیر کر آگے پہنچنے کی کوشش کرے۔ سب مسلمان ایک صف میں ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہونگے۔ وہاں نہ کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا۔ نہ کوئی اونچ نیچ۔ نہ کسی کے چھو جانے سے کوئی ناپاک ہوتا ہے۔ نہ کسی کے برابر کھڑا ہونے سے کسی کی عزت کو بٹہ لگتا ہے۔ بازار کا جاروب کش آئیگا اور گورنر کے برابر کھڑا ہو جائیگا۔ یہ وہ اجتماعی جمہوریت (Social democracy) ہے جسے قائم کرنے میں اسلام کے سوا کوئی کامیاب نہیں ہو سکا۔ یہاں روزانہ پانچ وقت سوسائیٹی کے افراد کی اونچ نیچ برابر کی جاتی ہے۔ بڑوں کے دماغ سے کبریائی کا غرور نکالا جاتا ہے۔ چھوٹوں کے ذہن سے پستی کا احساس دور کیا جاتا ہے، اور سب کو یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں تم سب انسان یکساں ہو۔

یہ صف بندی جس طرح طبقاتی امتیازات کو مٹاتی ہے اسی طرح نسل، قبیلہ، وطن اور رنگ وغیرہ کی عصبیتوں کو بھی مٹاتی ہے۔ مسجد میں کسی امتیازی نشان کے لحاظ سے مختلف انسانی گروہوں کے بلاک الگ نہیں ہوتے۔ تمام مسلمان جو مسجد میں آئیں، خواہ کالے ہوں یا گورے، ایشیائی ہوں یا فرنگی، سامی ہوں یا آرین، اور انکے قبیلوں اور انکی زبانوں میں خواہ کتنے ہی اختلافات ہوں، بہرحال سب کے سب ایک صف

میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ روزانہ پانچ وقت اس نوع کا اجتماع اُن تعصبات کی بیخ کنی کرتا رہتا ہے جو انسانی جماعت میں خارجی اختلافات کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ انسانی وحدت قائم کرتا ہے۔ بین الاقوامیت کی جڑیں مضبوط کرتا ہے، اور اس خیال کو دماغوں میں پیوست کر دیتا ہے کہ حسب و نسب اور برادریوں کی ساری عصبیتیں جھوٹی ہیں۔ تمام انسان خدا کے بندے ہیں اور اگر خدا کی بندگی و عبادت پر وہ سب متفق ہو جائیں تو پھر وہ سب ایک قوم ہیں۔

پھر جب یہ سب ایک صف میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ساتھ رکوع و سجدہ کرتے ہیں تو انکے اندر منظم اجتماعی حرکت کرنیکی وہی صلاحیتیں پرورش پاتی ہیں جنہیں پیدا کرنیکے لیے فوج کو پریڈ کرائی جاتی ہے۔ اسکا مدعا ہی یہ ہے کہ مسلمانوں میں یک جہتی اور وحدت فی العمل پیدا ہو اور وہ خدا کی بندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر تنِ واحد کی طرح ہو جائیں۔

اجتماعی دعائیں صف بندی کے ان تمام فائدوں کو وہ دعائیں دو آتشہ کر دیتی ہیں جو نماز میں خدا سے مانگی جاتی ہیں۔ سب یک زبان ہو کر اپنے مالک سے عرض کرتے ہیں کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین "ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں"۔ اھدنا الصراط المستقیم "ہم سب کو سیدھے رستہ کی ہدایت دے"۔ السلام علینا و علی عباد الصالحین "ہم سب پر سلامتی ہو اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی"۔ نماز کی دعاؤں میں کہیں آپ کو واحد کا صیغہ نہ ملے گا۔ جہاں آپ دیکھینگے جمع ہی کا صیغہ پائینگے۔ اجتماعی عبادت اور اجتماعی حرکات کے ساتھ مل کر یہ اجتماعی دعائیں ہر مسلمان کے ذہن میں یہ نقش ثبت کر دیتی ہیں اور روزانہ ثبت کرتی رہتی ہیں کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اسے سب کچھ تنہا اپنے ہی لیے چاہنا اور مانگنا نہیں ہے۔ بلکہ اسکی زندگی جماعت کے ساتھ مربوط ہے۔ جماعت کی بھلائی میں اسکی بھلائی ہے۔ جماعت ہی کے راہ راست پر چلنے میں اسکی خیر ہے۔ خدا کی طرف سے فضل اور سلامتی جماعت پر نازل ہوگی تب ہی وہ خود بھی اس سے متمتع ہو سکے گا۔ یہ چیز دماغوں سے انفرادیت (Individualism) کو

نکالتی ہے۔ اجتماعی ذہنیت (Social mindedness) پیدا کرتی ہے۔ افراد جماعت میں خیر خواہی کے جذبات اور مخلصانہ محبت کے روابط کو نشوونما دیتی ہے۔ اور روزانہ پانچ مرتبہ اس طریقہ سے مسلمانوں کے احساس اجتماعیت کو اکسایا جاتا ہے تاکہ مسجد کے باہر زندگی کے وسیع میدان میں انکا برتاؤ درست ہوتا رہے۔

امامت یہ اجتماعی عبادت ایک امام (leader) کے بغیر انجام نہیں پاتی۔ دو آدمی بھی اگر فرض نماز پڑھیں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی (follower)۔ جماعت جب کھڑی ہو جائے تو اس سے الگ ہو کر نماز پڑھنا سخت ممنوع ہے بلکہ ایسی نماز ہوتی ہی نہیں۔ حکم ہے کہ جو آتا جائے اسی امام کے پیچھے جماعت میں شامل ہوتا جائے۔ امامت کا منصب کسی طبقہ یا کسی نسل یا گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ نہ اسکے لیے کوئی ڈگری یا سند درکار ہے۔ ہر مسلمان امام بن سکتا ہے۔ البتہ شریعت یہ سفارش کرتی ہے کہ امام بنانے میں آدمی کی چند صفات کا لحاظ کیا جائے جنکا ذکر آگے آتا ہے۔

جماعت میں امام اور مقتدیوں کا تعلق جس طور پر قائم کیا گیا ہے اس میں ایک ایک چیز انتہا درجہ کی معنی خیز ہے۔ اس میں دراصل ہر مسلمان کو قیادت (leadership) اور اتباع قیادت followership کی مکمل ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس میں بتایا جاتا ہے کہ اس چھوٹی مسجد سے باہر اس وسیع مسجد میں جسکا نام زمین ہے مسلمانوں کا جماعتی نظام کیسا ہونا چاہیے۔ جماعت میں امام کی کیا حیثیت ہے۔ اس کے فرائض کیا ہیں۔ اس کے حقوق کیا ہیں۔ امام بننے کی صورت میں اسکا طرز عمل کیسا ہونا چاہیے۔ دوسری طرف جماعت کو اسکی اطاعت کس طرح کرنی چاہیے اور کن باتوں میں کرنی چاہیے۔ اگر وہ غلطی کرے تو مسلمان کیا کریں۔ کہاں تک غلطی میں بھی اسکی پیروی کریں۔ کہاں وہ اس کو ٹوکنے کے مجاز ہیں۔ کہاں انکو اس سے یہ مطالبہ کرنیکا حق حاصل ہے کہ اپنی غلطی کی اصلاح کرے۔ اور کس موقع پر وہ اسکو امامت سے ہٹا سکتے ہیں۔ یہ سب گویا چھوٹے پیمانہ پر ایک بڑی سلطنت کو چلانے کی مشق ہے جو ہر روز پانچ مرتبہ ہر چھوٹی سے چھوٹی مسجد میں مسلمانوں سے کرائی جاتی ہے۔

ہدایت کی گئی ہے کہ امام ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو پرہیز گار ہو، نیک سیرت ہو، دین کا علم رکھتا ہو اور

سن رسیدہ بھی ہو۔ حدیث میں ترتیب بھی بتادی گئی ہے کہ ان صفات میں سے کون سی صفت کس صفت پر مقدم ہے۔ یہیں سے یہ تعلیم بھی دیدی گئی کہ سردار قوم کے انتخاب میں کن چیزوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

حکم ہے کہ امام ایسے شخص کو نہ بنایا جائے جس سے جماعت کی اکثریت ناراض ہو۔ یوں تھوڑے بہت مخالف کس کے نہیں ہوتے۔ لیکن اگر جماعت میں زیادہ تر آدمی کسی شخص کا اقتدا کرنے سے کراہت کرتے ہوں تو اسے امام نہ بنایا جائے۔ یہاں پھر سردار قوم کے انتخاب کا ایک قاعدہ بتادیا گیا۔ ایک بری شہرت کا آدمی جسکی بدسیرتی و بدکرداری سے عام لوگ نفرت کرتے ہوں، اس قابل نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں کا امیر بنایا جائے۔

حکم ہے کہ جو شخص امام بنے وہ نماز پڑھانے میں جماعت کے ضعیف لوگوں کا بھی لحاظ رکھے۔ محض جوان، مضبوط تندرست اور فرصت والے آدمیوں کو ہی پیش نظر رکھ کر لمبی لمبی قرأت اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے نہ کرنے لگے بلکہ یہ بھی خیال رکھے کہ جماعت میں بوڑھے بھی ہیں، بیمار بھی ہیں، کمزور بھی ہیں اور ایسے مشغول آدمی بھی ہیں جو اپنا کام چھوڑ کر نماز کے لیے آئے ہیں اور جن کو نماز سے پھر اپنے کام کی طرف واپس جانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں یہاں تک رحم اور شفقت کا نمونہ پیش فرمایا ہے کہ نماز پڑھاتے میں اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آجاتی تو آپ نماز مختصر کر دیتے تھے تاکہ اگر بچے کی ماں جماعت میں شامل ہے تو اسے تکلیف نہ ہو۔ یہ گویا سردار قوم کو تعلیم دی گئی ہے کہ جب وہ سردار بنایا جائے تو جماعت میں اسکا طرز عمل کیسا ہونا چاہیے۔

حکم ہے کہ اگر نماز پڑھانے کے دوران میں امام کو کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جسکی وجہ سے وہ نماز پڑھانے کے قابل نہ رہے تو فوراً ہٹ جائے اور اپنی جگہ پیچھے کے آدمی کو کھڑا کردے۔ یہاں پھر سردار قوم کے لیے ایک ہدایت ہے۔ اسکا بھی یہی فرض ہے کہ جب وہ اپنے آپکو سرداری کے قابل نہ پائے تو خود ہٹ جائے اور دوسرے اہل آدمی کے لیے جگہ خالی کردے۔ اس میں نہ شرم کا کچھ کام ہے اور نہ خود غرضی کا۔

حکم ہے کہ امام کے فعل کی سختی کے ساتھ پابندی کرنی چاہیے۔ اسکی حرکت سے پہلے حرکت کرنا سخت

ممنوع ہے، حتیٰ کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جائے اسکے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز وہ گدھے کی صورت میں اٹھایا جائیگا۔ یہاں قوم کو سبق دیا گیا ہے کہ اسے اپنے سردار کی اطاعت کس طرح کرنی چاہیے۔

امام اگر نماز میں غلطی کرے، مثلاً جہاں اسے بیٹھنا چاہیے تھا وہاں کھڑا ہو جائے یا جہاں کھڑا ہونا چاہیے تھا وہاں بیٹھ جائے تو حکم ہے کہ سبحان اللہ کہہ کر اسے غلطی سے متنبہ کرو۔ سبحان اللہ کے معنی ہیں "اللہ پاک ہے"۔ امام کی غلطی پر سبحان اللہ کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ خطا سے پاک تو بس اللہ ہی کی ذات ہے، تم انسان ہو، تم سے بھول چوک ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ طریقہ ہے امام کو ٹوکنے کا۔

اور جب اس طرح امام کو ٹوکا جائے تو اسکو لازم ہے کہ بلا کسی شرم و لحاظ کے اپنی غلطی کی اصلاح کرے اور صرف اصلاح ہی نہ کرے بلکہ نماز ختم کرنے سے پہلے اللہ کے سامنے اپنے قصور کے اعتراف میں دو مرتبہ سجدہ بھی کرے۔ البتہ اگر ٹوکے جانے کے باوجود امام کو اس امر کا پورا وثوق ہو کہ اس مقام پر اسے کھڑا ہی ہونا چاہیے تھا یا بیٹھنا ہی چاہیے تھا، تو وہ اپنے وثوق کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کا کام یہ ہے کہ وہ امام کا ساتھ دے، اگرچہ وہ اپنی جگہ اس امر کا یقین واثق ہی کیوں نہ رکھتی ہو کہ امام غلطی کر رہا ہے۔ نماز ختم ہو جانے کے بعد مقتدیوں کو حق ہے کہ امام پر اسکی غلطی ثابت کریں، اور اس سے مطالبہ کریں کہ دوبارہ نماز پڑھائے۔

امام کے ساتھ جماعت کا یہ طرزِ عمل تو صرف اُن غلطیوں کے بارے میں ہے جو معمولی جزئیات سے تعلق رکھتی ہوں۔ لیکن اگر امام سنت نبوی کے خلاف نماز کی ہیئت اور ترکیب بدل دے، یا قرآن کو تحریف کر کے پڑھے، یا نماز پڑھانے کے دوران میں کفر و شرک یا صریح معصیت کا ارتکاب کرے، یا کوئی اور ایسا فعل کرے جس سے معلوم ہو کہ یا تو وہ قانون الٰہی کی پیروی سے منحرف ہو گیا ہے یا اسکی عقل میں فتور آگیا ہے تو جماعت کا فرض ہے کہ نماز توڑ کر اس سے الگ ہو جائے اور اسے ہٹا کر کسی دوسرے شخص کو امامت کی جگہ قائم کرے۔ پہلی صورت میں امام کی پیروی نہ کرنا جتنا بڑا گناہ ہے، دوسری صورت میں اسکی

پیروی کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔

بعینہ یہی حیثیت بڑے پیمانہ پر قوم اور اس کے سردار کے تعلق کی بھی ہے۔ جب تک سردار اسلامی کانسٹی ٹیوشن کے اندر کام کر رہا ہے اسکی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے۔ نافرمانی کرینگے تو گناہ گار ہونگے۔ زیادہ سے زیادہ وہ اسے ٹوک سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے ٹوکنے پر بھی وہ فروعی معاملات میں غلطیاں کرے تو انہیں اسکی اطاعت پر قائم رہنا چاہیے۔ مگر جب وہ اسلامی کانسٹی ٹیوشن کی حدود سے نکل رہا ہو تو پھر وہ مسلمانوں کی جماعت کا امیر نہیں رہ سکتا۔ (باقی)